

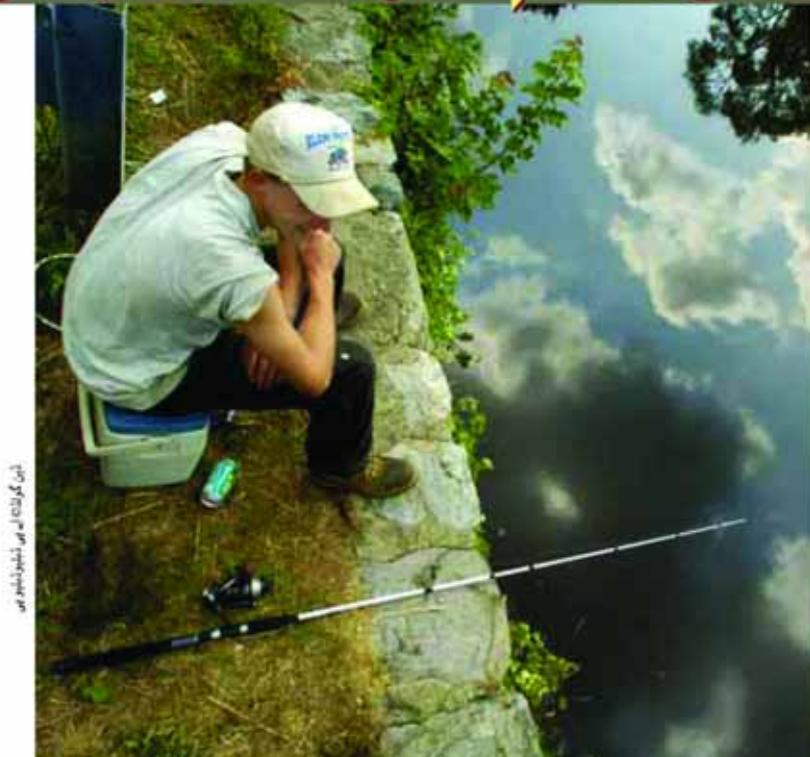


موسم گرما: جب زندگی خوشگوار ہوتی ہے

لورڈ ایز لوگ

نیویارک کے ایک یہودی نے مفلس افریقی امریکی ملاحوں کے ایک گاؤں کے ماحول یا پس منظر میں جو کیت فیش روکھلاتا تھا اور جنوب میں کہیں واقع تھا کپوز کیا تھا۔ گانے کا نام سرنام ہے۔ اس کا خالق یا لکھنے والا جارج گریشون ہے اور اسے سر دیا ہے اس کے بھائی ایرا اور ڈوبوس ہیورڈ نے۔ اوپیرا کا نام ہے ”پورگی اینڈ میس“۔ بیشتر اوپیراؤں کی طرح اس میں بھی محبت کا ایک مثلث ہے۔ سازش، محبت کی کشش اور بے وفائی؛ چاقوؤں کی لڑائی، خراب موسم اور متعدد اموات... اور رنگا رنگ موسیقی۔ سرنام لوری سب سے پہلے ایک ماں لرزتی آواز میں اپنے بچے کے لیے گاتی ہے جب کہ پس منظر میں پڑوسی شش پہلو پانے کے ساتھ جو اکھیل رہے ہوتے ہیں۔ یہ لوری اتنی زیادہ خوب صورت ہے کہ گریشون نے اوپیرا میں تین مقامات پر اسے رکھا ہے، آخری بار اس مصیبت زدہ بچے کو تسلی دینے کے لئے جس کے والدین اظہار مرچکے ہیں۔ تو پھر کیا کیا جائے ’دو لیزی، ہیزی، کریزی ڈیز آف سُر‘ کا جسے ۱۹۶۳ میں ٹیٹ گنگ کول نے گایا اور جو تمام تر کرارے بسکٹوں، بکنیوں، سوڈا، قہرے بھرے کچھوں اور بیئر

لفظ ”سرنام“ کہیے اور بہت سے امریکی گنگلتا نا شروع کر دیں گے۔ سرنام کبھی کبھی یہ کسی قدیم عوامی موسیقی راک اینڈ رول کے سُر کا ایک ٹکڑا یا مصرعہ محسوس ہوتا ہے جو ساحل سمندر پر جانے، کھلی چھت والی کار میں یا کار کی چھت پر سواری کرنے سے متعلق ہوتا ہے۔ یا قدیم زمانے میں مچھلیاں پکڑنے یا چاندنی میں رقص کرنے سے متعلق کوئی نغمہ محسوس ہوتا ہے۔ گرم دن، آرام و سکون اور تفریح اور اکثر رومان کے تصورات یقینی طور پر امریکی دماغ کے اندر موسیقی کے ہیجان کا محرک بنتے ہیں۔ موسم گرما کی راک تقریبات۔۔۔ جن کا آغاز آخر بیسویں صدی یعنی ۱۹۶۷ کے مونٹری پاپ میلے میں نام نہاد ”محبت کا موسم گرما“ سے اور ۱۹۶۹ میں دیسی نیویارک میں ووڈ اسٹاک راک میلے سے ہوا کے مظاہر اس تعلق کو مزید تقویت دیتے ہیں۔ ایک سب سے زیادہ عام گانا جسے ایک امریکی پیولون انداز میں ’ایس‘ لفظ کے ردعمل میں فوراً ہی گنگلتا نا، گانا یا سینی جیسی آواز نکالنے کے ساتھ شروع کر سکتا ہے وہ ۱۹۳۳ کی ایک امریکی اوپیرا جاز لوری ہے۔ جسے



ایس گوڈلڈ سے لٹل بیلو



گراؤ کی صورت میں تازگی اور تندرستی



سائبر روز کے لیے تیار رہیں



سائبر روز کے لیے تیار رہیں

سے متعلق ہے؟ اس طرح کی فلم کہانی سے شروع ہونے والی یہ لوری کیوں بنی ہلی ڈے اور ایڈیٹر اللہ سے لے کر جنیس جانسن اور فلما سیلبرینو تک امریکی گانے والوں کو ایک ہی لڑی میں پرودتی ہے؟ فلما سیلبرینو کے گانے ہوئے ورژن نے اسے اتنا عروج عطا کیا کہ اس نے ۲۰۰۳ میں امریکن آئیڈل ٹیلی ویژن مقابلہ جیت لیا؟

یہ سب کچھ الفاظ اور موسیقی میں ہے۔ سرنام ایک حزنیہ لوری ہے۔ اور نام کے برعکس اس حزنیہ موسیقی کا پیشتر حصہ نیلگوں یا افسردہ نہیں ہے۔ اس کے بجائے گانے والی اسے خود کو اور سننے والوں کو خوش کرنے کے لیے گاتی ہے۔ سرنام کی نفسی ایک طرح کی بے فکری اور سکون کا احساس چکاتی ہے۔ گویا کہ یہ ایک گرم دو پہر ہے۔ سُر خواہ درست ہو یا نہ ہو یا نہ ایک بے فکر دیکھی منظر پیش کرتی ہے: آسان طرز زندگی، وافر کاشت اور اچھل اچھل کر کشی میں آکر گرتی ہوئی پھیلیاں۔ پاپا امیر ہیں، مہمان خوش شکل ہیں، اس لئے چپ ہو جائے سنے بیچ، رومٹ۔

امریکی مقبول عام موسیقی میں ایک طرح کا تضاد ہے۔ سخت، روزینہ صحت والی دنیا اور موسم گرما میں ملنے والے آرام یعنی آہستہ اور سبک روی کے وعدے کے درمیان جب کچھ بھی مطلوب نہیں ہوتا، کیوں کہ یہ اتنا گرم ہے کہ اس میں حرکت نہیں کی جاسکتی یا جب شام کی ٹھنڈ سے پہلے کسی چیز کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ اونس ریڈنگ نے 'دی ڈوک آف دی بے میں سب کے لیے یہ بات کہی ہے' صبح کی دھوپ میں بیٹھا ہوا۔ میں تو بیٹھوں گا جب شام آجائے گی۔ جہازوں کو اندر آتے اور پھر دور جاتے دیکھتے ہوئے۔ بندرگاہ کے گھاٹ پر بیٹھا میں مدوجزر سے اٹھتی لہروں کو دور ہوتا دیکھتا ہوں۔ بندرگاہ کے گھاٹ پر بیٹھا میں صرف وقت برباد کر رہا ہوں۔' یعنی طور پر یہ ایک حزنیہ گیت ہے، وہ بے روزگار ہے، وطن سے دور ہے اور نتیجتاً پیدا ہونے والا حزن ہے کالج ان سے تکلیف اور فصد میں یہ کہلواتا ہے کہ اس کے پاس زندہ رہنے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ لیکن گیت کا اختتام اس طرح ہوتا ہے کہ گانے والا زندگی سے جڑا ہوا ہے،





گرمیوں

کے دنوں کا میرا سب سے پسندیدہ وقت وہ ہے جو اپنے چٹا چارلس کے ٹرک کے پیچھے اپنی بہنوں کے ساتھ بیٹھ کر کھولے کھاتے ہو کر رہتا ہوں۔ لوگ اس انگلیس سے روانہ ہوتے تھے اور انیس واپسی کی ٹور کیا کہ قبیلے بکس فیلڈ جانا تھا جہاں اگلے چارلس اور آئی موڈل ایک پینٹے پھرتے گرمیوں میں رہتے تھے۔ یہ گھر چھوٹا اور چمکا ہوا تھا۔ لیکن وہ لوگ شہر کے مضافات میں رہتے تھے جہاں میں اپنی آئی کی بائیک پر سوار ہو کر صبح کے وقت ہفتات میں درختوں اور فصلوں کے درمیان جھول بھری کھڈڑیوں پر زندگی بسر کرتی تھی۔ جب میں چڑیوں کی چھبھاہٹ سنی اور اپنے مستقبل کے بارے میں منسوب بندی کرتی تھی۔ واہی کے سفر میں مقامی لائبریری میں رکھی تھی تاکہ گرمیوں پہروں میں پڑھنے کے لائق کوئی کتاب تلاش کر سکوں۔ شام کے وقت اگلے چارلس ہم پر گرہاہٹ ڈاک، کلاہوا گوشت، بھنا اور آلو پکاتے تھے۔ یہ چیزیں باہر چارکول کی گرل پر پکائی جاتی تھیں۔ ہم لوگ کہا جاتا اور لطفے سنتے سنا تے پھتے اور آسمان پر بکھرے ہوئے تاروں کو دیکھتے تھے۔ اس مہاں گرمیوں ایک چھوٹا بکس ہوتا تھا۔ اس لئے میری آئی ایسے کھانے بہتر بناتی تھیں جن کو اسٹور پر پیمان کے ایکٹریک پر دیکھ کر تیار کیا جاسکے۔

- بڑا آن ٹوسٹ کے لئے آئی موڈل کا ٹوسٹ درج ذیل ہے۔
 - ایک سٹاک بریڈ کی
 - ایک اونٹن چیز، سوزا، ایل، مینسٹریا سوسس
 - اورک کا پاؤڈر
 - ایک چکنی اور کیکو
 - دو چھوٹے چارلس یا لمانز کی پٹنی
- ایک طرف سے بریڈ کو پٹنیں اور پلٹ دیں۔ جس طرف سے کھانے کی اس طرف چیراگ دیں اور اس پر مصالحہ لگائیں۔ سب پر لمانز چوس یا لمانز کی پٹنی پلٹ دیں اور اس وقت تک بروائلر کے پیچھے رکھیں جب تک کہ پیچھے پھیل نہ جائے۔

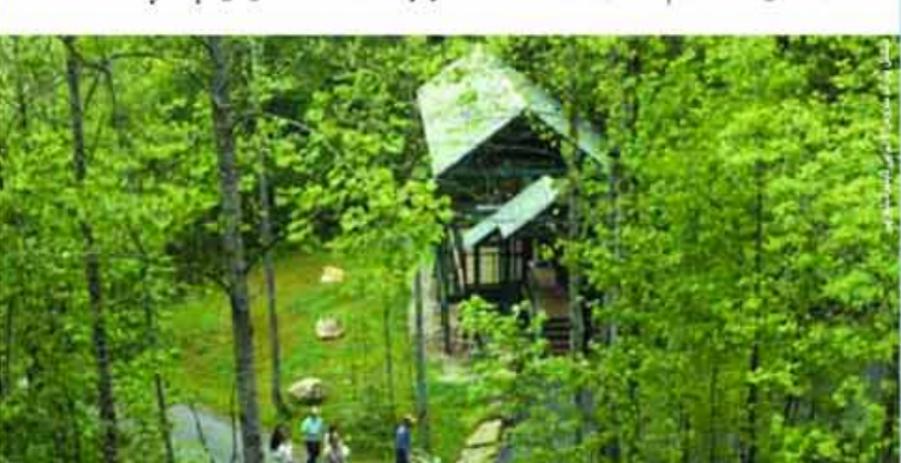
لورنڈا کیز لونگ، ایڈیٹر اسپین



اس عزم و ارادہ کے ساتھ کہ ایسا ہی رہے گا۔

ایک نمایاں تضاد لوگوں کے اسپون فیل کا ۱۹۶۶ کا بہت گیت 'سمر ان دی سٹی' ہے۔ جسے اکثر درجہ بندی کرنے والوں نے گرمیوں کا سب سے عظیم گیت قرار دیا ہے۔ 'ہاٹ ٹاؤن، ہسمر ان دی سٹی، بیک آف مائی نیک گیٹنگ ڈرنی اینڈ گرینی (گرم قصبہ، شہر میں موسم گرما، میری گردن کی پشت گندی اور کھردری ہو رہی ہے) جیسے گیت کو مشہور گلوکار جان سہانچین نے فرما کے گایا ہے۔ پورے گانے کے دوران اس کے ساز کے کی بورڈ کی ضرب خواہ کچھ بھی ہو لیکن ہے سکون آور۔ یہ گیت سننے والے میں تکلیف دہ گرمی کے باوجود قرض کی خواہش پیدا کر دیتا ہے۔ اور رات کی راحت سے قبل کی بے آرامی کا مفہوم ادا کرتا ہے۔ پھر ایک زیادہ مٹھا حال موڈ کی طرف لے جاتا ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ "لیکن رات کے وقت یہ ایک مختلف دنیا ہے۔" خوشی میں بدلتی یہ نا آسودگی حزن کی ایک بازگشت کے ساتھ راک اینڈ رول ہے۔

سب سے زیادہ مثالی سمر نامہ جینڈ بلاہیہ 'دی سٹی بوائز' تھا۔



پیدائشی ماہنامہ

یہ ہیشاڑ میں نانائی کے مکان میں گرمیاں میرے بچپن کی انتہائی حسین یادوں میں سے ایک ہیں۔ گرمیوں میں رات کے کھانے کی میز پر نانائی کے کافی بڑے باغ میں اکی ہوئی میزوں کی بہار رہتی تھی۔ تازہ کئی، لمانز، بند گوبھی، مٹھر، بلیک بیری، اسٹرا بیری، زکونٹی میری، ہانہال کے مٹھی باغ میں اکی ہوئی وہ چیزیں تھیں جن سے دسڑخوان سہا جاتا تھا۔ میری نانی ہم لوگوں کو گرمیوں کے بعد جب گھر بھیجتی تھیں تو پاستا پٹنی کے کنٹینروں سے بھرا ہوا ایک کولڈ بکریٹ لے جاتی تھیں۔ یہ پٹنی گرمیوں کی سب سے زیادہ مرغوب ڈانٹے کی کشیدہ واکرٹی تھی جسے ہم جازا بھر استعمال کرتے تھے۔ میں آج بھی موسم گرما کی شدت کے دنوں میں، جب لمانز اپنی بہترین شکل میں دستیاب ہوتے ہیں، یہ پٹنی ضرور بناتی ہوں۔ جس وقت میں نانی کے ہاتھ کے کھسے ہوئے سننے کے مطابق یہ پٹنی بناتی ہوں اور ساتھ ہی ساتھ اپنے بیٹے کو بھی یہ طریقہ بتاتی جاتی ہوں جیسے کہ نانی کے برابر کڑے ہو کر میں نے سیکھا تھا تو اس وقت میں چاہوں تو اپنے بچپن کی ان یادگار گرمیوں کے دنوں میں لوٹ سکتی ہوں جب کھانا پکاتی، ہانہالی کرتی اور بیرون خانہ سرگرمیوں کے بارے میں واقفیت حاصل کرتی تھی۔

نانی کی کچھ یادیں

- ۱۳ سالہ بچپن کا تیل
- بیاز تہلی تہلی تاشوں میں کئی ہوتی
- ہیری مرچ کئی ہوتی
- گارجر کے ہوئے
- اورک کے ۲ جڑے ہوئے

- ۵۰ کلو تازہ لمانز چھلکا کر کے ہونے
 - ۳۳۰ گرام کی لمانز کے پیٹ کی ایک کین۔
 - ۱۴ کپ براؤن شوگر (بیک)
 - ۲ چمچے اور کیکو
 - ۱/۲ چمچے پانی یا سرخ سیاہ
 - ۱/۲ چمچے سیاہ مرچ
 - دو بڑا چمچ مک
- ایک بڑے (۵ لیٹر) کے ڈبچہ اودن میں بیاز، گوبھی، ہیری مرچ اور اورک کو کم آج پر زیتون کے تیل میں نرم ہونے تک پکا لیں۔ الال نہ کریں۔ اس میں لمانز اور بقیہ چیزیں ملا دیں۔ اس کے بعد تازہ آج پراہلیں۔ پھر آج پٹنی کریں۔ برتن ڈھک دیں۔ دو گھنٹے تک پکائیں۔ سٹیچ میں چمچے سے چلاتے رہیں۔ چاکو پٹنی بن جائے گی۔ نم کھڑ کریں۔ اس کو ایک برس تک استعمال کر سکتے ہیں۔

— الزبتھ این، فلز سیمینس، انفارمیشن آفیسر، امریکی سفارت خانہ



سست کر دو اس طرح کے یہ سمر نامہ ہے... اپنا ٹاپ گرا دو تاکہ ہر کوئی تمہیں دیکھے" اسمتھ ایک ایسے مشورہ دیتے ہیں جو سٹیج بوائز سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔ وہ کھلی جگہ، پارک میں رقص، پانی کی بوتھوں میں کھیل اور موسم گرما کے رومان کی ملاقات کے بارے میں خوش آہنگی کے ساتھ گاتے ہیں جو ایک معمول سے بڑی ہوئی چیز ہے۔

معمول سے ہٹ کر جو سب سے بڑی چیز گرمیاں لاتی ہیں بلاشبہ وہ اسکول کی چٹھیاں ہیں۔ امریکہ میں گرمیوں کی چٹھی مئی کے آخر سے شروع ہو کر وسط ستمبر تک رہتی ہے۔ اس میں پورے تین مہینے ملتے ہیں، ایسی گھریلو چٹھیوں کے لیے، جزوقتی نوکری کے ذریعہ کچھ کمانی کرنے کے لیے، تعلیم کی جلد تکمیل کی غرض سے مزید کریڈٹ کے حصول کے لئے سمر اسکول جانے کا موقع ملتا ہے (یہ اختیاری ہے)، تیراکی، چنگ، کھیل، آرام، سیر سپاٹا، ڈریک سونا جو کچھ بھی ہو سب کے لیے خوب خالی وقت ملتا ہے۔ اسکول کے آخری دن بچوں کو کنٹرول کرنا

اساتذہ کے لیے یقیناً ناممکن ہوتا ہے اور جن کی کہ دو پہر بعد کلاس میں ہوتی ہیں ان میں سے اکثر انہیں منسوخ کر دیتے ہیں اور طلبہ کو جلد جانے دیتے ہیں۔ روزمرہ کے معمول سے اس اچانک نجات کی خوشی اس تمام تفریح اور آزادی کا گمان ایک خوشگوار چٹھی میں بدل جاتا ہے اس وقت جب ان بچوں کے غول کلاس روموں سے بھاگتے ہیں۔ ۱۹۷۲ میں اسکول کی چٹھیوں کے ساتھ ہی الٹا کس پر کے گنار اور آواز بھی خوشی سے چٹھی پڑے۔ ان کے گانے میں "کون کرتا ہے گرمی کی پرواہ" والا رویہ موجود ہے۔ "ہمیں کوئی کلاس نہیں ملی، ہمیں کوئی پرنسپل نہیں ملا، ہمیں کوئی معصومیت نظر نہیں آئی اور نہ ہم کسی ایسے لفظ کے بارے میں سوچ سکے جس میں نغمہ ہو۔"

بد قسمتی سے جیسا کہ سٹیج بوائز نے غم زدہ انداز میں اشارہ بھی کیا تھا کہ وہ تمام کھلی فورنیا گرلز نہ بن سکے۔ پھر مشرقی ساحل کے یہ بچے گرمیوں میں کیا کرتے، اس تمام رطوبت اور فٹ پاٹھ پر چہل قدمی کے ساتھ جو تھکے ہوئے قدموں کو جھلسا دیتے ہیں جیسا کہ 'انڈر دی بورڈ واک' میں 'دی ڈرفٹس' نے انہوں نے کیا ہے۔ وہ گانا جو کلاڑی سے بے اس پٹھے کے بارے میں ہے جو مشرقی ساحلی شہروں میں ساحل پر بنا ہوتا ہے۔ سوونیز کی دکائیں، رواں پٹیاں، ہاٹ ڈاگ اور فرنیج فرنی بیچنے والے اتنا زیادہ قریب ہیں کہ وہ سن اور محسوس کر سکتے ہیں۔ جب گانے والا اپنے بے بی کے ساتھ سمندر کے کنارے چہل قدمی کے لیے بنی پٹری کے نیچے ریت پر بیٹھتا ہے۔

۱۹۶۰ کی دہائی کے وسط میں شہری حقوق کی تحریک کے دوران جب کالے امریکیوں نے مارچ کیا اور دھڑوں پر بیٹھے



کریٹیم کے بارے میں سوشل میڈیا پر ویڈیو سیریل

نیویارک کا نام سننے ہی بیشتر لوگوں کا ذہن فوراً نیویارک سٹی کی طرف راغب ہو جاتا ہے لیکن جب میں چھوٹی تھی اور مغربی نیویارک اسٹیٹ کے دیہی علاقہ میں واقع ایک چھوٹے سے قصبہ میں پرورش پائی تھی، نیویارک سٹی مجھے دوری پر واقع کوئی سیارہ لگتا تھا۔ چونکہ امریکہ میں انتہائی زرخیز زرعی زمینیں نہیں ہیں اس لئے نیویارک اسٹیٹ ڈیری مصنوعات، سیبوں، شتوتوں، انگوروں، ہیزریوں اور میری ڈائی مرغوب اسٹرا بیریز پیدا کرنے والی بڑی ریاست ہے۔

اسٹرا بیریز کے مختصر موسم میں، جو کہ وسط سٹی سے اوائل جون تک کا ہی ہوتا ہے، بہت سے مقامی فارم اپنی پسند کا پھل "تبادل بھی پیش کرتے تھے۔ میرا بھائی میری دونوں بہنیں اور میں ہم سب لوگ اپنی والدہ کے ساتھ اسٹرا بیریز کے کھیتوں میں جاتے تھے اور کئی گھنٹوں تک بیریاں پختہ رہنے دیتے۔ اس کے بعد کئی دنوں تک ہاتھ میں اتارنے کے ساتھ اسٹرا بیریز کھاتے اور اسٹرا بیریز شارٹ ایک بھی بناتے تھے۔ میری ماں اسٹرا بیریز جام کے دو دنوں مرچان تیار کرتی تھیں اور موسم گرما کے ابتدائی دنوں کے اس ڈاکٹر سے موسم خزاں اور سردیوں کے کھیتوں میں بار بار رابطہ اندازہ ہوا جاتا تھا۔ سیزن ہوتا تھا تو ہم لوگ دیگر پھل اور سبزیاں بھی استعمال کرتے تھے۔ گرمیوں کے سچ کے موسم میں سوٹ کورن، جاتی ہوئی گرمیوں میں شتوت اور خزاں کے موسم میں سیب لیکن سٹی میں تازہ اسٹرا بیریز کا جوڑا تھا اس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ روایتی اسٹرا بیریز شارٹ ایک کا نسخہ درج ذیل ہے۔

- ایک کاپ اسٹرا بیریز کی بوتلی
- ایک کپ شکر
- ۱/۳ کپ شاربٹنگ (چھانی جس سے خیر کو گوندھا جائے)

چھ آدھوں کے لئے اسٹرا بیریز شارٹ ایک تیار ہے۔

اسٹیبلون، ایہی، کوجوف، انفارمیشن ری سورس
ایفیسر، امریکی سفارت خانہ



ایسٹریٹ کے گوشے پر پارک شدہ نیویارک اسٹیٹ

اور آئس کریم سب سے پہلے ہمیں ملے گی۔ ہم تمام لوگوں کی اپنی اپنی پسند تھی۔ جب آئس کریم والی اپنی کھڑکی بند کر لیتا اور دوسرے بھوکے گاؤں تک پہنچنے کیلئے آگے بڑھا لیتا تو ہم لوگ وہاں پول میں پلے آتے تھے۔

ایبن لی ششادری، ڈائریکٹر، امریکن سینٹر، نئی دہلی

جب میں چھوٹی تھی جب کسی دھن کے چانک بچا اٹھنے کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ سب فون پر کوئی کال آ رہی ہے مگر اس سے قبل ایسی ہی کسی دھن کا کچھ اور مطلب لگتا تھا۔ یعنی آئس کریم والا آ گیا۔ امریکہ کے ہر قصبہ میں آئس کریم والا ایک ہی جیسا ہوتا ہے۔ وہ سفید رنگ کی بکس نما دین میں بیٹھا ہوتا ہے۔ دین پر ہر جگہ آئس کریم کے کوزے، سمنڈر اور دیگر ڈاکٹر دار آئس کریم کی تصویروں چمکی ہوتی ہیں۔ دین کی چھت پر ایک میکانی فون لگا ہوتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ہندوستان میں اس کی آواز دوسری آوازوں میں دب جائے لیکن امریکہ کے کسی سرسبز و شاداب مضافاتی علاقے، شمال کے طور پر ہیشائر کے ہمارے قصبے میں، ایک پورٹل دوپہر میں خاموشی کو توڑنے والی ایسی ایک آواز ہوتی ہے۔

میں قصبہ میں سوئنگ پول کے پاس آئس کریم والے کو تلاش کرتی تھی۔ دن میں جب تیز دھوپ ہو، میری والدہ دیگر بہن بھائیوں کے ساتھ مجھے سوئنگ پول کے پاس بھیج دیتی تھیں۔ وہاں ہم لوگ تیراکی کیلئے جاتے تھے۔ کھیل کے میدان کی سرگرمیوں میں حصہ لیتے تھے۔ آزادی سے تیرتے تھے۔ ہر ایک گھنٹے کے بعد لائف گارڈ بدلنے اور آئس کھانے کے لئے ۱۰ منٹ کے لئے تیرنا بند کر دیتے تھے۔ جب موسم کے پاس سے آئس کریم والے کی آواز چمن کرانے لگتی تھی تو تمام بچے سوئنگ پول سے نکل کر اس کی طرف دوڑنا شروع کر دیتے تھے۔ کپڑے پھینکے ہونے کی وجہ سے وہ جہاں جاتے وہاں پانی ٹپک کر زمین گیلی ہوتی رہتی تھی۔ وہ ہاتھوں میں سسکے لے کر دوڑتے تھے اور پارکنگ لائٹ میں تقار بند ہو جاتے تھے۔ ہم میں سے ہر کسی کو امید ہوتی تھی کہ ہم نے جو کچھ جی ہے اس کے قریب ہی وین آ کر رکے گی

گریجویشن کی گھڑی

امریکہ میں آج گریجویشن ایسا ہر طرف ہو گیا ہے کہ اس کا جشن نہ صرف ہائی اسکول یونیورسٹی جوئیر اور ابتدائی اسکول میں منایا جاتا ہے بلکہ چھ کوچ اسکول اور نرسری اسکول بھی یہ جشن مناتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ دن ایک امریکی کی زندگی کے سب سے زیادہ خوشی کے دنوں میں سے ہوتا ہے جسے وہ ہمیشہ یاد رکھتا ہے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب وہ ایک اسٹیج پر کھڑا ہوتا ہے جہاں اس کا نام پکارا جاتا ہے اور اس کے ملی کارنامے گنائے جاتے ہیں اور ان کی داد دی جاتی ہے اور بعد میں ایک پارٹی دی جاتی ہے۔ تعلیم امریکیوں کے لئے ہمیشہ اہم رہی ہے۔ یہاں ہر کسی کے لئے مفت سرکاری تعلیم کا انتظام ہے جس میں ملک کے گوشے گوشے میں اعلیٰ تعلیم کے مواقع ہر ذمہ نسی اور معاشی طبقے کو حاصل کرائے گئے ہیں۔ بااہم ہائی اسکول یونیورسٹی سے گریجویشن ایک پرامنگ گھڑی ہے جس کے بعد گرمیوں کی موسم مستی، تفریح اور تھوڑے آرام کے بعد لوکری کیریئر یونیورسٹی شادی شدہ زندگی یا سیاسی وقت آ جاتا ہے۔



یونیورسٹی کے گوشے پر پارک شدہ نیویارک اسٹیٹ

زیادہ تر گریجویشن کا جشن سٹی کے آخری دنوں میں ہوتا ہے۔ بجائے طور پر اسے کیمپس منہا یعنی ابتدا کہا جاتا ہے کیونکہ یہ سن بلوغ کو پہنچ کر ہوتا ہے اور یہاں سے ایک بالغ شخص کے طور پر زندگی کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس کی منصوبہ بندی فروری سے ہی شروع ہو جاتی ہے۔ اس اسٹیجس کی یونیورسٹی آف ساؤدرن کیلی فورنیا جیسی بڑی یونیورسٹیوں کے لئے تو یہ انتظامی صلاحیتوں کے مظاہرے کا موقع ہوتا ہے۔ اس یونیورسٹی سے اس سال ۸۰۰۰ گریجویت ہوئے۔ ۳۰،۰۰۰ مہمان تھے اور اس موقع پر کلییدی خطبہ گورنر آرنلڈ شوارٹز نے پیش کیا اور

بائیں: ڈیوڈ بلوچ (بائیں سے) ششالی بیدی، میگوئل سلندا اور ہنراس ویکس، ۲۰۰۵ میں اسٹین فورڈ یونیورسٹی کی ابتدائی تقریبات میں۔

سوشل جب گرمی کی یادوں کے بارے میں سوچتی ہوں تو یوں کہ ہمارے میں سوچتی ہوں۔ تازہ کوئی ہوائی گھاس کی بو، اللالاکے بھوسے کی بو اور بھیڑ کے اون کی بو۔ میرا خاندان دیہی جنوبی اور نیگرو میں رہتا ہے، جہاں گرمیاں گرم اور خشک ہوتی ہیں۔ وہاں کی معیشت زرعی ہے۔ ہمارا پانچ افراد پر مشتمل خاندان نوجوانوں کی فورسٹری تعلیم کا رکن تھا۔ یوں تو فورسٹری کی سرگرمیاں سال بھر جاری رہتی ہیں لیکن گرمیوں میں میرا زیادہ تر وقت اس تعلیم کے ساتھ گزارتا تھا۔ ہماری بھیڑوں کے لئے کھانے کی تاپ تول بھی ہوتی تھی اور آس پاس کے علاقوں میں بھیڑوں کو کھانا بھی پڑتا تھا۔ جیسے کہ کتوں کو گھماتے ہیں۔ یہ میرے لئے سخت مشقت کا کام تھا اور کھانا کھانا کھانا (اور ۱۳ سال کی عمر کی لڑکی کے لئے جو چینی ڈینا ہوتی ہو، پشیمانی کا باعث بھی) لیکن میری اس سرگرمی کی وجہ سے ہماری بائیر سے خاندان کو چھین رہا تھا۔

مجھے بھیڑوں کی نگہبانی میں گھنٹوں مصروف رہنا یاد ہے۔ ۶۸ کلوزڈنی جانور کے میرے ننگے پاؤں پر چڑھ جانے کا درد یاد ہے۔ اور گھائی رین جیتنے کا اٹھارہ یاد ہے۔ اور مجھے یاد ہے کہ ۱۰ سال کی عمر میں اپنا پہلا ویک کھانا کھانے کیلئے جیت کر تم لے کر چیک جاتے ہوئے میرا کیا احساس تھا۔

میدان میں چونکہ بہت دیر تک رہنا پڑتا تھا اس لئے میرے والدین میں سے کوئی ایک مجھے "کوڈز" دیا کرتا تھا اور میں اسے پہن لیتی تھی تاکہ برف کے مخروطے سوس، مجھے کاندھ کے کون میں لپٹا ہوا برف کا گھنٹا ڈھیلے اچھا لگتا تھا۔ جس کی خوشبو بیوری بیوری تھی پر اسرار ہوتی ہے۔ میں نے ابھی تک بیوری بیوری نہیں دیکھی ہے۔ کون کے ہاتھ میں آتے ہی اس بات کی کوشش شروع ہو جاتی تھی کہ اسے گھنٹے سے پہلے کھا لیا جائے ورنہ برف کھیل کر ہاتھ اور بازوؤں پر پہننے لگی لیکن اس کی بوتلوں سے بچنا اور

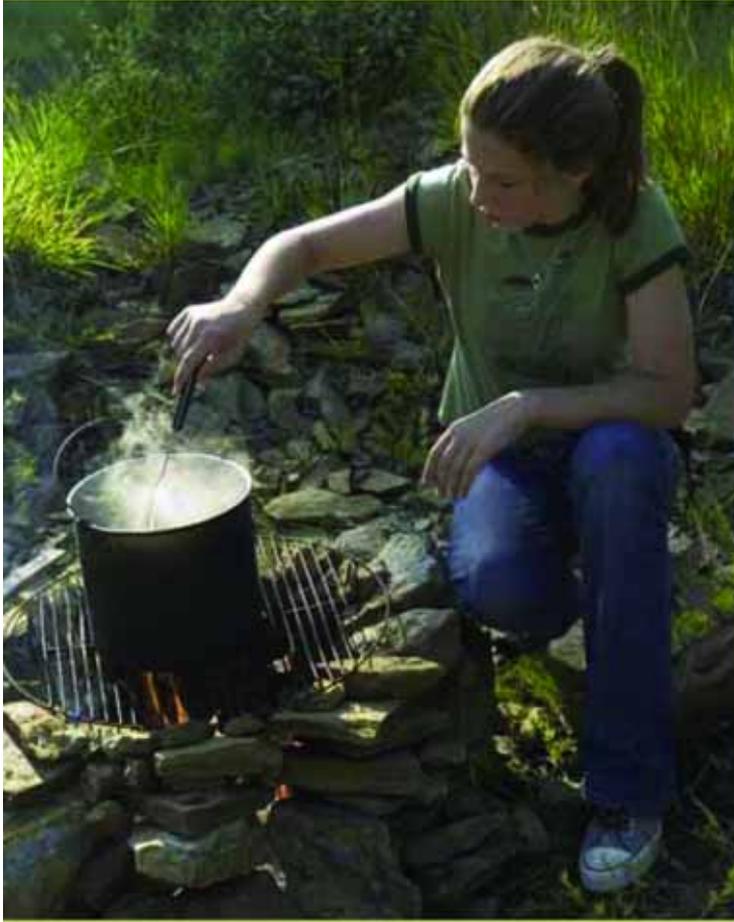
"دماغی انجماد سے گزرنے کا ایک خوبصورت فن تھا۔ کوئی بہت ٹھنڈی چیز بڑی تیزی کے ساتھ کھائی جائے یا پی جائے تو دماغ میں بہت تیز سستی ہوتی ہے۔ بہت تیز دماغی انجماد سے اور نیلی پڑ جانے والی زبان اور بازوؤں کے مرطے سے گزر کر میں نے بالآخر اس فن میں مہارت حاصل کر لی۔

—ڈیوان ہریمنڈٹ، اسسٹنٹ کلچرل ایفیسر، امریکی سفارت خانہ



مناظر قدرت کے دلکش نظارے

بچوں کے ساتھ کیمپنگ میں کچھ زحمت تو ہوتی ہے لیکن یہ کرنی چاہیے۔

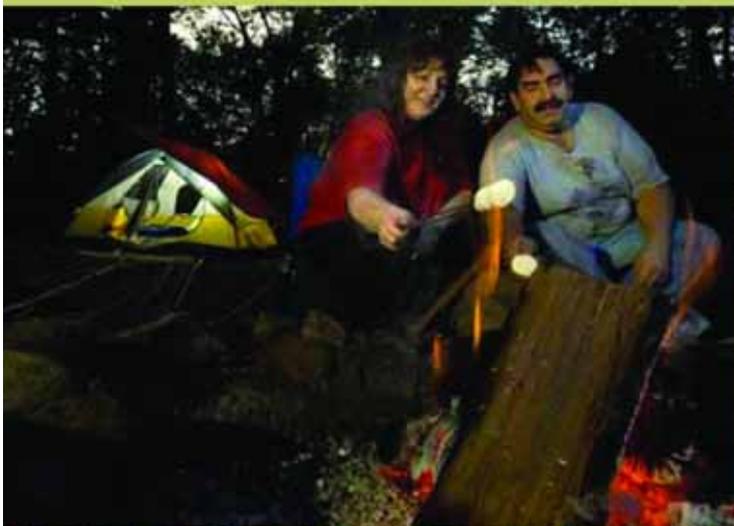


لکشمی مندر، لاہور، پاکستان

بھتیرو امریکیوں کے لیے نیپالی کے ساتھ کیمپنگ ایک گرمانی روایت ہے۔ قومی اور ریاستی پارکوں میں ہزاروں کیمپ گراؤنڈ قائم کیے گئے ہیں۔ جہاں سچ کباب بنانے کے چولہے، مشاور، پاناخانے، حتیٰ کہ بجلی کے رابطے اور کوڑے کی نکاسی جیسی سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں۔ ریجنریشن ومان قائم رکھنے میں، حفاظتی تدابیر بتاتے ہیں، قدرتی مناظر کی سیر کا اہتمام کرتے ہیں، شام کو کیمپ فائرنگھٹو کا انتظام کرتے ہیں جہاں لوگ حیوانات و نباتات اور علاقے کی ارضیات پر گفتگو کرتے ہیں۔ اس طرح وہ امریکی شہری زندگی سے ذرا فرار حاصل کرتے ہیں اور اپنے جنگلوں، ریگستانوں اور ساحلوں کے متعلق معلومات حاصل کرتے ہیں۔ بہت سے لوگ بڑے بڑے پلٹے پھرتے گھروں یا چھوٹے چھوٹے ”کیمپروں“ میں جوڑکوں پر نصب ہوتے ہیں میں سفر کرتے ہیں۔ بعض لوگ کاروں میں یا پیدل سفر کرتے ہیں، نیچے نصب کرتے ہیں، کھلی جگہوں پر پکاتے ہیں اور ستاروں کی چھاؤں میں سوتے ہیں جیسا کہ پرانے زمانے کے نوادین اور تحقیق کار کیا کرتے تھے۔

سور سے دریا کی روانی کی آوازیں کر، بیڑوں پر چڑیوں کی چچھاہاٹ اور گھریوں کی کرکراہٹ سن کر اور باہر دیکھتے کوئلے پر تازہ چھلی اور انڈے پکانے کی مہک کے ساتھ آنکھ کھلانا ایسی یادیں ہیں جو زندگی بھر نہیں بھولتیں اور اگلی نسوں کو بتائی جاتی ہیں۔ ندیوں میں ابھرے ہوئے پتھروں پر سے گزرتے ہوئے ندی کو پار کرنے کا ڈھنگ سیکھنا، گھنے بھر مہر کے ساتھ انتظار کے بعد کوئی چھلی پکڑنا، جنگلی راستوں سے گزنا اور درختوں کے نام کو جاننا پہچاننا، ایسے تجربات ہیں جن سے تخیل کو تحریک ملتی ہے، بچوں میں خود اعتمادی اور مناظر قدرت کی دلکشی کو محسوس کرنے کا سلیقہ آتا ہے۔ آبشار سے بہنے ہوئے رواں چشمے میں ہوا بھری ہوئی ربڑ کی کشتیوں میں تیرنا، کسی درخت کی شاخ سے لٹکے ہوئے ناز میں جھولنا، سیاہ راتوں میں ستاروں بھری رات کا پرہول منظر، بھائی بہنوں کے ساتھ ٹینٹ کے اندر اپنے سلیپنگ بیک میں سنے رہنا، کسی لوکی ڈراونی چیخ یا کسی جنگلی کتے کے پاپنے کی آواز پر کانپ اٹھنا اور پھر ٹھنڈے ہانسی اور ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے سو جانا۔ یہ سب گرمیوں کی یادیں ہیں۔

— لورڈ اکیز لوئگ



جین شینڈل، لاہور، پاکستان



کیٹی لوی، لاہور، پاکستان

کیمپنگ